

دیں گے یا نہیں۔ بھولا کیا ہوں ہی گوئیں سادسے ٹھاکا؟ تینوں اس پر ڈوٹ پڑیں گے، باج (باز) کی طرح۔ بھگوان ہی کسل کریں۔ اب کس سے کہوں کہ دوڑ کر ٹوبر کو پکڑتے نہ سے تو میں ہار گئی۔“

بُوری نے کونے سے ڈنڈا اٹھایا اور گوَرَے کے پیچے دوڑا۔ گافوں کے باہر اگر اس نے نظر دوڑائی، ایک بلکل سی لکیر افون سے ملی، ہوئی دھماقی دی۔ اتنی ہی دیر میں گو برانی دور کیسے نکل گیا۔ بُوری کا دل اسے ملامت کرنے لگا۔ اس نے اس گو بر کو روکا ہنیں؟ اگر وہ ڈاٹ کر کہہ دیتا کہ بھولہا کے گھر مت جاؤ تو گوَرَے کبھی رہ جاتا۔ اور اب اس سے دوڑا بھی تو نہیں جاتا۔ وہ ہار کرو میں بیٹھ گیا اور بُولہا اس کی رختا کر دھما بر سوامی!“

گوَرَاس گافوں میں بھپا تکچھے لوگ بر گد کے پیچے بیٹھے ہوئے جو اکیں رہتے۔ اسے دیکھ کر لوگوں نے سمجھا کہ پوسیں کا پاہی ہے۔ کوڑیاں سمیٹ کر بھاگ کر وقتاً جلگی نے پہچان کر گیا۔ اڑے یہ تو گوَرَدھن ہر۔“

گوَرَنے دیکھا کر جلگی پیڑی کی آڑ میں کھڑا جھانک رہا ہے۔ بُولہا ڈرمت جلگی بیٹا، میں ہوں۔ رام رام! آج ہی آیا ہوں۔ سوچا کہ چل کر سب سے ملا آؤں، پھر ز جانے کب آنا ہو۔ میں تو بھی تھارے آیسرا دے بڑے پیچے (مزے) میں نکل گیا جس راجا کی نوگری میں ہوں اس نے مجھ سے کہا ہے کہ ایک دوآدمی مل جائیں تو لیتے آنا۔ چوکیداری کے لئے چاہیئے۔ میں نے کہا، سر کارا! ایسے آدمی دوں گا کہ چاہے جان علی جائے پر وہ میدان سے ہٹنے والے نہیں۔ چاہو تو میرے ساتھ چلو۔ اپنی جلگہ ہر۔“

گوَرَنے بڑے بیٹین سے کہا تا اس کی پیچھے پتامت کرو۔ سب کچھ اپنے ہی ہاتھ میں ہے، جو چاہو گے ہو جائے گا۔ ہم نے سوچا کہ جب گھر رائی میں

آدمی ہے تو باہر کیوں جائیں؟ ”

”کام چاہے جو کیداری کرو چاہے نگادے (تفاضل) پر جاؤ۔ نگادے کا کام سب سے اچھا ہے۔ اسامی سے گنٹھ گئے اور ادھر بالک سے اُک گہدا گھر پر ملا نہیں۔ چاہو تو روپے آٹھ انے رونج بناسکتے ہو۔“

”رہنے کو جگہ بھی ملتی ہے؟“

مُلْجَہ کی کون کی؟ پورا محل پڑا ہے، بانی کا نل، بھلی کی تی کی بات کی کی نہیں۔ کام تاہم کہ کہیں گھنے ہیں؟“
دو وہ لے کر گئے ہیں۔ مجھے کوئی ہاث جانے نہیں دیتا۔ کہتے ہیں کہ تم تو گانج بی جاتے ہو۔ میں اب بہت کم پتا ہوں بھیسا پر دوپیسے رونج (روز) تو چاہیئے، تم کام تاہم سے کچھ نہ کہنا۔ میں تھمارے ساتھ چلوں گا۔“
”ہاں ہاں، بے کھشکے چلو۔ ہولی کے بعد“

”تو کی رہی؟“

دو ڈول بائیں کرتے ہوئے بھولا کے دروازے پر جا پہنچ۔ بھولا ٹھیک ہوئے ستلی کات رہتے تھے۔ گورنے پک کران کے پیر چھوئے اور اس وقت اس کا گلادا فنی بھر آیا بولا۔ کام کا، مجھے جو کچھ بھول چوک ہوئی ہو وہ چھما کر د۔“

بھولا نے شی کا تنا بند کر دیا اور پھر می آداز میں بولا۔ کام تو تم نے ایسا ہی کی تھا گور کے تھمارا سر کاٹ لوں۔ تو بھی پاپ ن لگے، مگر اپنے دوارے پر آئے ہو تو اب کیا کہوں۔ جاؤ جیسا میرے ساتھ کیا اس کا ڈنڈ بھگوان دیں گے۔ کب آئے؟“

گور نے خوب نہ کمرج لٹا کر اپنی تقدیر کے چکنے کا حال کہہ سُنا یا

اور جنگی کو اپنے ساتھ لے جانے کی منظوری چاہی۔ بھولا کو جیسے بے ملکے برداں مل گیا۔ جنگی گھر پر ایک نہ ایک فاد کرتا رہتا تھا۔ باہر چلا جاتے گا تو جار پر میے پیدا کر لے گا۔ نہ کسی کو کچھ دے، اپنا بوجہ تو اٹھائے گا۔

گورنے کہا: نہیں کا کا، بھگوان نے چاہا اور ان سے رہتے بنا تو سال دو سال میں آدمی ہو جائیں گے۔“

”ہاں جب ان سے رہتے ہوئے：“

”سر پر آڑتی ہے تو آدمی آپ سنبھل جاتا ہے۔“

”وکب تک جانے کا ارادہ ہے؟“

ہولی کر کے چلا جاؤں گا۔ یہاں کھٹتی باڑی کا سلسلہ پھر جادوں تو بے پھکر (بے نک)، ہو جاؤں گا۔“

”ہوتی سے کہو کہ اب مجھ کے رام رام جیسیں؟“

”کہتا ہوں، لیکن جب ان سے بیٹھے رہا جائے۔“

”دہاں کسی بیدستے تو محاری جان بچان ہوگی۔ کھانی بہت آرہی ہو، تو سکتے تو کوئی روایی بیخ دینا۔“

ایک نامی بیدستہ سرپر پڑوس بی میں رہتے ہیں، ان سے حال کہ

کے اور دو اپنوا کے بیخ دوں گا۔ کھانی رات کو تنگ کرنی ہو کر دن کو؟“

”نہیں بیٹا، رات کو آنکھ نہیں لکھتی۔ نہیں، اس کوئی دُول ہو تو میں

بھی دیں چل کر ہوں۔ یہاں تو کچھ پرستہ نہیں پڑتا۔“

”رو جگار (روزگار) کا تو مجا (مزہ) دہاں ہے کا کا، یہاں کیا ہو گا؟“

یہاں روپتے کا دس سر درودہ بھی کوئی نہیں پوچھتا، حلوا بیوں کے لگلے رکھانا پڑتا

ہے، دہاں پانچ پھر سر کے بھاؤ سے چاہو تو ایک گھٹری میں منوں دو دھر زخم لو۔“

جنی گوبر کے لئے دودھیا شربت بنانے چلا گیا تھا۔ بھولانے تک دیکھ کر کہا۔ اور بھیا، اب اس جنجال سے جی اُوب گیا ہے۔ جنگی کا حال دیکھتے ہی ہو۔ کامتا دودھ لے کر چلا جاتا ہے۔ چاراپانی، کھوننا باندھنا سب بھے کرنا پڑتا ہے۔ اب تو بھی چاہتا ہوں کہ سکھ سے کہیں ایک روٹی کھاؤں اور پزار ہوں۔ کہاں تک بلے ہائے کروں۔ روح (اروز) لڑائی جھسگڑا کس کس کے پاؤں سہلاوں؟ کھانشی آتی ہے، رات کراٹھا نہیں جاتا، پر کوئی ایک لوٹاپانی کو بھی نہیں پوچھتا۔ کہی ٹوٹ گئی ہے پر کسی کو اس کی سدھ نہیں ہے جب میں بتاؤں گا تھی بنتے گی۔"

گوبرنے یگانگت کے ساتھ کہا۔ تم چلو لکھنؤ کا کا، پانچ سیر کا دودھ بچوں لگد (نقد) کئے ہی بڑے بڑے آدمیوں سے میری جان پچان ہے۔ من بھر دودھ کی نکاشی کا جمہر (ذمہ) تو میں لینا ہوں۔ میری چانتے کی دوکان بھی ہے۔ دس سیر دودھ تو میں ہی روح لینا ہوں۔ تھیں کسی طرح کی تکلیف (نکلیف) نہ ہوگی۔

جنگی شربت لے آیا۔ گوترنے ایک گلاس پی کر کہا۔ تم تو سانچہ سیر دی چانے کی دوکان ہی رہیجھ جاؤ کا کا تو ایک روپہ کہیں نہیں گیا۔" بھولانے ایک منٹ بعد ذرا شرماتے ہوئے کہا۔ گئے (غستے) میں میا آدمی اندر ہو جاتا ہے۔ میں تھماری گوئیں کھول لایا تھا سو لیتے جانا یہا کون کھیتی بارڈی ہوتی ہے؟" میں نے تو ایک نئی گوئیں ٹھیک کر لی ہے، کا کا۔"

" نہیں نہیں، نئی گوئیں نے کر کیا کرو گے؟ بھی لیتے جاؤ۔" " تو میں تھمارے روپے بھجوادوں گا۔"

”روپئے کہیں باہر تھوڑے ہی میں بیٹا، گھر، ہی میں تو ہیں۔ برادری کا
ذھکار سلاہے، نہیں تم میں اور ہم میں کون پھر ک (فرق) اے۔ حق پوچھو تو
مجھے سکھی ہونا پاہیئے تھا کہ جھنپا بھلے گھر میں بھے اور سکھ سے ہی، اور میں اس
کے کھون (خون) کا پیاسا سابن گیا تھا۔“
شام کو گوربھاں سے چلانو گوئیں اس کے ساتھ نہی اور جگی دہی
کی دہانڈیاں لئے پیچے پیچے آ رہا تھا۔

~~~~~

(۲۱)

دیہاؤں میں سال کے چھ ہفتے کی نکی جن میں ذھول مجرم بختے ہی رہتے ہیں۔ ہوتی کے ایک ماہ قبل سے ایک ماہ بعد تک پھاگ ہوتا رہتا ہے، اس اڑنگتے ہی آٹھا شروع ہو جاتا ہے۔ اور سادون بھادوں میں کھلیاں ہوتی ہیں۔ کھلیوں کے بعد رامائش شروع ہو جاتی ہے۔ بھری بھی ان مشاغل سے مستثنے ہیں مہاجن کی دھمکیاں اور کارندوں کی گایاں اس جن میں خلل ہیں ڈال سکتیں چھر میں غلہ ہیں ہی، بدن پر کپڑا ہیں ہی، کانٹھ میں پیسہ ہیں ہی، تو کوئی پرواہیں۔ زندگی کی تفریحی وغیری تو دبائی ہیں جا سکتیں، بلاہنسے ہوئے تو رہا ہیں جا سکتا یوں توہنی میں گانے بجانے کا خاص مقام نوک رام کی جو پال تھی دیں بھنگ چھنتی تھی، دہیں رنگ اڑتا تھا، دہیں ناج ہوتا تھا۔ اس جن میں کارندے صاحب کے دس پانچ روپے خرچ ہر جاتے تھے۔ اور کس میں یہ سکت تھی کہ اپنے دروازے پر حلسمہ کرتا۔

مگر اب نے خوب نے گاؤں کے سارے نجوازوں کو اپنے یہاں کھینچ لیا ہے اور نوک رام کی جو پال خالی پڑی ہے۔ گورپے کے دروازے پر بینگ گھٹ رہی ہے اپنے کے بیٹھے لگک رہی ہیں، رنگ کھولا چاہرا ہے، فرش پکھا ہوا ہے، گانا ہوا ہے اور جو پال میں بالکل ناتا ہے۔ بھنگ رکھی ہوئی ہے۔ مگر پیسے کون؟ ذھول مجرماں موجود ہے مگر گھائے بجلے کون؟ جسے دیکھو! گورپر کے دروازے کی طرف دوڑا چلا جا رہا ہے۔ یہاں بینگ میں گلاب، زعفران اور بادام کی بہار ہے اس سر بھر بادام کو برخود لایا ہے۔ پہنچتے ہی کیجھ تر ہو جاتا ہے اور آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

ہ نبایا کو بھی لایا ہی، خاص بواں کی۔ رنگ میں بھی کیوڑہ ڈالا گیا ہے۔ وہ روپے کیا بھی جانتا ہے اور خرچ کرنا بھی۔ گاڑک رکھ لو تو کون دیکھتا ہے؟ دولت کی بھی تو زیباتش ہے! اور صرف بھنگ ہی نہیں، بلکہ جنتے گوئے ہیں ان سب کا نینڈہ بھی ہے۔ اور گاؤں میں نہ ناچنے والوں کی کمی ہے، نہ گانے والوں کی اور نہ سوانگ بھرنے والوں کی۔ سوچا، ہی لنگڑوں کی ایسی نقل کرتا ہے کہ کوئی کیا کرے گا، اور آوازگی نقل میں تو اس کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ جس کی بولی کہو اس کی بولے، انسان کی بھی اور حیوان کی بھی! اگر دھرمی نقل کرنے میں بے نظر ہے۔ وکیل کی نفل وہ کرے، پٹواری کی نفل وہ کرے اتحاددار، چڑا اسی، سیٹھ، سب ہی کی نفل وہ کر سکتا ہے۔ ماں غریب کے پاس دلیا سازد سامان نہیں، ہر گرا ب کے گو ترنے اس کے لئے سب ہی سامان منگا دیا ہے اور اس کی نفیس دیکھنے کے قابل ہوں گی۔

یہ چرچا اتنا پھیلا کہ شام ہی سے تماشاپوں کا جوم ہونے لگا۔ قرب جوار کے گاؤں سے دیکھنے والوں کی ٹولیاں آنے لگیں اور دس بجتے بجتے تین چار ہزار آدمیوں کا مجمع ہو گیا۔ اور جب گردھر، جنگلی سنگھ کاروپ بھرے ہوئے اپنی منڈی کے ساتھ آکھڑا ہوا تو لوگوں کو کھڑے ہونے کی جگہ بھی نہ ملتی تھی۔ وہی بے بالوں کا سر دری بڑی بڑی موچھیں اور وہی بڑھا اور لکھا ہوا پیٹ میٹھے کھانا کھا رہی ہیں اور پہلی ٹھکران میٹھی پنکھا جھل رہی ہے۔

ٹھکار ٹھکران کو عاشقانہ انداز سے دیکھ کر سمجھتے ہیں۔ اب بھی تمہاری اور پر وہ جریں ہے کہ کوئی جوان بھی دیکھ لے تو زراپ جائے۔ اور ٹھکران پھول کر جاوے دیتے، ہو کر جب ہی تو نئی نریلی لائے۔

”اُسے تو لایا ہوں تمہاری، سیوا کرنے کے لئے وہ تمہاری کیا برابری کرے گی؟“  
دوسری یوں یہ بات سُن لیتی ہے اور منہ پھلا کر چلی جاتی ہے۔

دوسرے منظیں ٹھاکر چارپائی پر لیٹے ہیں اور جھوٹی بیوی منہ پھیرے ہوئے  
زین پڑھی ہر ٹھاکر بار بار اس کامنہ اپنی طرف کرنے کی بیکار کوشش کرتے ہوتے  
کہتے ہیں: "مجھ سے کیوں روٹھی ہو میری لاڈلی؟"

تمہاری لاڈلی جہاں ہو وہاں جاؤ میں تو لوٹدی ہوں، دوسروں کی سیوا  
ٹھل کرنے کے لئے آئی ہوں۔"

"تم میری رانی ہو، تمہاری سیوا کرنے کے لئے وہ بڑھا ہو۔"

ہلی ٹھکرانے سن لیتی ہو اور جھاڑوں کے گھر میں گھستی ہو اور کئی جھاڑوں پر  
رد کرتی ہے۔ ٹھاکر جان بچا کر بھاگتے ہیں۔

پھر دسری نفل ہوئی جس میں ٹھاکر نے دس روپے کا تک لکھا کر پہنچا  
روپے دئے، لبقیہ نذرانہ، تحریر، دستوری اور سود میں کاٹ لئے۔

کسان اگر اور ٹھاکر کے پیروں پر گر گر دنے لگتا ہو۔ بڑی مشکل سے  
ٹھاکر روپے دینے پر راضی ہوئے ہیں۔ جب کاغذ کھجھ جاتا ہو اور اسامی کے ہاتھ  
میں پانچ روپے رکھ دئے جلتے ہیں تو وہ چکرا کر پوچھتا ہو: "یہ تو پانچ ہی ہیں مالک!"  
"پانچ نہیں دس ہیں، گھر جا کر گنا۔"

"ہیں سرکار پانچ ہیں!"

"ایک روپے بخانے (نذرانہ) کا ہو اکہ نہیں؟"

"ہاں سرکار!"

"ایک لکھانی کا؟"

"ہاں سرکار!"

"ایک کا گد (کاغذ) کا؟"

"ہاں سرکار!"

"ایک سرکاری کا؟"

"ہاں سرکار!"

"ایک سو د کا؟"

"ہاں سرکار!"

"پانچ گند (نقد) دس ہوئے کہ نہیں؟"

"ہاں سرکار! اب یہ پانچوں بھی میری طریقہ (طرف) سے رکھ لیجئے!"

"کیسا پاگل ہی؟"

"نہیں سرکار! ایک روپیہ چھوٹی ٹھکران کا بخرا نہ ہے اور ایک روپیہ بڑی ٹھکران کا۔ ایک روپیہ چھوٹی ٹھکران کے پان کھلنے کو اور ایک روپیہ بڑی ٹھکران کے پان کھلنے کو۔ رہا ایک روپیہ، سو وہ آپ کے گریہ کرم کے لئے!"

اسی طرح نوکرے رام، پیشوری، داتا دین، سب کی باری باری سے جری گئی اور پستیوں میں خواہ گئی جدت نہ ہوا درنقیں چاہی پڑی ہوں، مگر گردھر کا ڈھنگ ایسا ہنسنے والا تھا اور دیکھنے والے اتنے سادہ دل تھے کہ وہ بے بات کی بات میں بھی ہنس پڑتے تھے۔ ساری رات پنقیں ہوتی رہیں اور ستائے ہوئے دل اس خلالی بدله سے خوش ہوتے رہی۔ آخری نقل ختم ہوئی تو کوئے بول رہی تھے۔

سویرا ہوتے ہی جسے دیکھو، اسی کے زبان پر دی ہی رات کے گانے، دی ہی نقل۔

دی فقرے، گاؤں کے کھنے تماشابن گئے۔ جدھر نکلتے ہیں ادھر ہی دو چارڑی کے پیچے لگ جاتے ہیں اور دی فقرے کتے ہیں۔ جھنگری سنگھ تو دل لگی باز آدمی تھوڑا اسے محض مذاق سمجھے۔ مگر پیشوری میں چڑھنے کی بڑی عادت نہیں اور پہنڈت داتا دین زانتے تنک مزاج تھے کہ ذرا سی بات میں فوراً اٹنے پر آمادہ ہو جلتے تھے۔ وہ سب سے آدر بانے کے عادی تھے۔ کارنڈے کی تو بات ہی کیا، رائے صاحب تک

انھیں دیکھتے ہی سر جھکا دیتے تھے۔ ان کی ایسی ہنسی اڑائی جائے اور اسی گاؤں میں، یہ ان کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ اگر ان میں زرہمہ بیچ ”(بڑھنی جلال) ہوتا تو ان ڈشٹوں کو بھرم کر دیتے، ایسا سراپ (بیدغا) دیکھ کر سب کے سب میں بھرم ہر جانے مگر اس کھجگ میں تو سراپ کا اثر ہی جاتا رہا۔ اس انھوں نے بھی کھجگ ہی والا ہستھیا نخالا، ہوری کے دروازے پر گئے اور اُنکھیں بکال کر بیٹے تکیا آج بھی تم کام کرنے نچلے ہو رہی؟ اب تو تم اچھے ہو گئے۔ میرا لکھنا کسان (نقسان) ہو گیا، یہ تم بھی سوچتے؟“ گوبردی میں سویا تھا۔ ابھی اٹھا تھا اور آنکھیں ملتا ہوا باہر آ رہا تھا کہ داتا دین کی آواز کان میں پڑی۔ پلا گن کرنا تو دوڑ رہا ائسے اور سیکڑی دکھا کر بولتا۔ اب وہ تھماری مجوزی نہ کریں گے۔ ہمیں اپنی ادھو بھی تو بونا کو؟“

داتا دین نے بتا کوچھ انکتے ہوئے کہا: کام کیسے نہیں کریں گے؟ سال کے بیچ میں کام نہیں چھوڑ سکتے۔ جیٹھے میں چھوڑنا ہو تو چھوڑ دیں۔ کرنا ہو تو کریں اسکے پہلے نہیں چھوڑ سکتے۔“ گوبردے نے جاہی سلنتے ہوئے کہا: انھوں نے تھماری گلامی نہیں لکھی ہی، جب تک من تھا کام کیا اب من نہیں ہی، نہیں کریں گے اس میں کوئی جرأتی (زبردستی) نہیں کر سکتا۔“

” تو ہوری کام نہیں کریں گے؟“  
” نا!“

” تو ہمارے روپتے سودھیت دیدو۔ تین سال کا سو دہوتا ہی سو روپی۔ اصل ملا کر دسو ہوتے ہیں۔ ہم نے سمجھا تھا کہ تین روپیہ ہمیت سو دہیں کئے کٹھے جائیں گو پر تھمارا من نہیں ہوتا تو مت کر دیں۔ میری روپیہ دیدو۔ دھننا میٹھنے ہو تو دھننا میٹھا کا کام کرو۔“ ہوری نے عابجزی سے کہا: تھماری بارکری سے میں کب انکار کرتا ہوں

ہر جا؟ پر ہماری اوکھی بھی تو بونے کو بڑی ہے۔“  
 ٹھوپنے باپ کو ڈانشا۔ کبی چاکری اور کس کی چاکری؟ بہاں کوئی کسی کا  
 چاکرہ نہیں، سب ہی برابر ہیں! اچھی دل لگی، ترکی کو سورہ پتے ادھار دیتے اور رُزیں  
 عمر بھر کام لیتے رہے! اصل جیوں کا یتوں! یہ مہاجنی نہیں، ہر کھون (خون) چونا ہے؛“  
 ” تو روپتے دید و بھیا، رُدائی کا بے کی، ہر میں آش روپیہ بیان لینا ہوں  
 تھیں گاؤں گھر کا سمجھ کر آدھ آنے روپیہ کر دیا تھا۔“

” ہم تو روپیہ سینکڑہ دیں گے، ایک کوڑی بھی نہیں تھیں لینا ہو تو لو، نہیں  
 عدالت سے لینا۔ ایک روپیہ سینکڑہ بیان کم نہیں ہوتا۔“

” معلوم ہوتا ہے کہ روپتے کی گرمی ہو گئی، ہے۔“

” گرمی انھیں ہوتی ہے جو ایک کے دس لیتے ہیں۔ ہم تو محور ہیں، ہماری  
 گرمی پسند کی راہ ہے جاتی، ہر بمحض اچھی طرح یاد ہے کہ تم نے بیل کے لئے تین ٹھنڈے  
 دنے لئے۔ اس کے دوسو ہوئے۔ اور اب سو کے دوسو ہو گئے۔ اسی طرح تم  
 لوگوں نے کاؤں کو ٹوٹ ٹوٹ کر مجرد بنا ڈالا اور آپ ان کی جمین (زمین) کے مالک  
 بن لیئے۔ تیس کے دوسو! کچھ ٹھکانا ہے! کتنا دن ہوئے ہوں گے دادا؟“

” ہوری نے غلیکن لہجے میں کہا: یہی آٹھ نو سال ہوئے ہوں گے۔“

” گورنے پسند پر ہاتھ رکھ کر کہا: نو سال میں تیس روپتے کے دوسو۔“

ایک روپتے کے حساب سے کتنا ہوتا ہے؟“ اس نے زمین پر ایک ٹھنڈکے سے  
 حساب لگا کر کہا: دس سال میں ھتھیں روپتے ہوتے ہیں اصل ملا کر چھا چھٹھ  
 اس کے ستر روپتے لے لو۔ اس سے میں ایک کوڑی نہ دوں گا!“

” داتا دین نے ہوری کو نیک میں ڈال کر کہا: سنتے ہو ہوری، گوری کا یاناو؟“

” میں اپنے دوسروپتے چھوڑ کر ستر لے لوں، نہیں عدالت کروں! اس طرح کا بڑا توڑ“

ہو تو نصار کے دن چلے گا؟ اور تم بیٹھئے سُن رہے ہو؟ پر تمجھ کو کہ میں برائیں ہوں، میرے روپے ہم (ہم) کر کے تم چین نہ پاؤ گے۔ میں نے یہ ستر روپے بھی چھوڑ دے اور عدالت بھی نہ جاؤں گا، جاؤ۔ اگر میں برائیں ہوں تو لپٹے پورے دوسورے روپے لے کر دکھا دوں گا اور تم میرے دوارے پر جاؤ گے اور ہا تھوڑ کر دے آؤ گے؟"

داتا دین جھلاتے ہوئے نوٹ پڑے۔ گوربا پانی جگہ بھیارا۔ مگر ہورتی کے پیٹ میں دھرم کی بھیجی ہوئی تھی۔ اگر ٹھاکری یا بنے کے روپے ہوتے اُکر زیادہ فکر نہ ہوتی، مگر برائی کے روپے! اس کی ایک پانی بھی دب گئی تو ہڈی توڑ کر نکلے گی اپنورہ کوئے گے کہ برائی کا گستہ (غصہ) کسی پر گرسے۔ گھرانے میں کوئی چلو بھر پانی فیضے والا، گھر میں دیا جانا نے والا بھی نہیں رہ جاتا اس کا مذہب پرست دل دہل اٹھا اس نے دڑکر پنڈت جی کے پیر کرپڑ نے اور درد بھری آواز میں بولا: "مہراج جبت تک میں بیتا ہوں میں تھاری ایک ایک پانی چکاؤں گا۔ رُڑکوں کی با توں پر مت جاؤ۔ معاملہ تو ہمارے تھارے یق میں ہوا ہی، وہ کون ہوتا ہے؟"

داتا دین ذرا زم پڑے۔ "جرا (ذرا) اس کی جردتی دیکھو، کہتلے کہ دوسورے روپے کے ستر لو یا عدالت جاؤ۔ ابھی عدالت کی ہوا ہندی کھائی، تب ہی۔ ایک بار کسی کے پالے پڑ جائیں گے تو پھر پتا نہ رہی گا۔ چار دن سہر میں کیا رہے تا انسا ہو گئے؟"

"میں تو کہتا ہوں مہراج کہ میں تھاری ایک ایک پانی چکاؤں گا؟"

"تو کل سے ہمارے ہاں کام کرنے آنا پڑے گا؟"

"ابنی ادکھ بونا ہی مہراج، نہیں تو تھارا ہی کام کرتا۔"

داتا دین چلے گئے تو گوئے نے حفارت سے دیکھ کر کہا گئے تھے دیوتا کو منا نے! تھیں لوگوں نے قوان کا بھاؤ بلکاڑ دیا ہی۔ تھیں روپے دئے

اب دو سو لے گا، اور رہا نہ اور پر سے تباہی کے گا اور تم سے بھروسی کرادے گا اور کام کرتے کرتے مارڈا لے گا؟"

ہوری نے اپنے خیال سے سچائی کا پہلو لے کر کہا: "دھرم نہ پھوڑنا چاہیے۔ بیٹا، اپنی اپنی کرنی اپنے اپنے مانگتے ہے۔ ہم نے جس بیان پر روپتے لئے وہ تو دیکھی پڑیں گے۔ پھر با من بن ٹھیرے، ان کا پیسہ ہمیں پکے گا؟ ایسا مال تو ان ہی لوگوں کو پہچتا ہو۔"

گوبن تیوریاں چڑھائیں یہ دھرم پھوڑنے کو کون کہہ رہا ہے اور کون کہہ رہا ہے کہ با محنت کے پیسے دباؤ ہی میں تو یہی کہتا ہوں کہ اتنا بیان ہم نہیں دیں گے بنک والے بارہ آئتے بیان لیتے ہیں۔ تم ایک روپیے لے لو، اور کیا کسی گوٹھ رکے "ان کا رہا جو دلکھی ہو گا؟"

"ہوا کرے"

"بیٹا، جب تک میں بتا ہوں، مجھے اپنے رستے چلنے درجہ میں مر جاؤں تو تمہارے جی میں جو آئے وہ کرنا۔"

" تو پھر تھیں دینا۔ میں تو اپنے ہاتھوں اپنے پاؤں میں کھڑا ہی شاروں کا میرا گدھا بن تھا کہ تمہارے نیچے میں بولا۔ تم نے کھایا ہے تو پھر وہ میں کیوں اپنی جان دوں؟"

یہ کہتا ہو اگر باندر چلا گی۔ جھینیا نے پوچھا: "آج بیسرے سیرسے دادا سے کیوں ابھر پڑے؟"

گوبن سارا ماجرا کہہ سنایا اور آخر میں بولا: "ان کے اور پردن (فرن)، کا جو بوجہ اسی طرح بڑھتا جاتے گا۔ میں کہاں تک بھروں گا؟ انھوں نے کماکار دوسروں کا گھر بھرا ہکر میں کیوں ان کی کھودی ہوئی کھانی (خندق) میں پڑوں؟"

انھوں نے مجھ سے تو پوچھ کر رن نہیں لیا اور میرے داسٹے یا، میں اس کا دیندرا ہیں ہوں ॥ اُدھر مکھیوں میں گور کو بچا دکھانے کے لئے سازش ہو رہی تھی۔ یہ لوڑا شکجھے میں نہ کایا تو گاؤں میں اُدھم چادرے گا۔ پیادے سے فرزیں ہو گیا ہوتا، ٹیڑھے تو چلے گا: نہ جانے کہاں سے اتنا قانون سیکھ آیا ہے، کہنا ہر کو رد پیے سینکڑہ سور سے میں نہ دوں گا۔ لینا ہو تو وہ نہیں عالت جاؤ۔ رات اس نے ساری گاؤں کے لوڑوں کو اکٹھا کر کے کتنا ازٹھ کیا۔ مگر مکھیوں میں بھی حد کی کمی نہ تھی۔ سب ہی اپنے برابری والوں کے منٹھکے پر خوش تھے پیٹھوری اور نوکھے رام میں باقی ہوئی تھیں۔ پیٹھوری نے کہا: مگر بھیوں کو گھر گھر کا رتی رتی حال معلوم ہے۔ جنگری شکھ کو تو بھوں نے ایسا رگڑا کہ کچھ نہ پوچھو۔ دونوں ٹھکرانیوں کی باقی شش سن کر لوگ ہنستے ہنستے لوٹ گئے ॥

زکھے رام نے قہقهہ لکھا کہا: مگر نکل دنفل اپنی تھی۔ میرے کئی بار ان کی چھوٹی ٹیکم کو دردابے پر کھڑئے ہوتے لوڑوں سے ہنسی کرتے دیکھا ہے ॥

”اور بڑی رانی جی کا جل اور سیندھر اور جہا در لکھا کر جوان بنی رہتی میں۔“

”دونوں میں رات دن چھتری رہتی ہے۔ جنگری پکا بے جیا ہر کوئی

دوسرा ہوتا تو پاگل ہو جاتا۔“

”ناٹک تھماری بڑی بعدی نکل کی۔ چاری کے گھر میں بندگا کے پتوں لیا۔“

”میں تو سچنے پر لگان کا دعوی کر کے نیٹ کر دوں گا۔ دہ بھی کیا یاد کرئے

کر کی سے پالا پڑا تھا!“

”لگان تو اس نے چکا دیا ہوتا؟“

”پر رسید تو میں نے نہیں دی۔ ثبوت کیا ہر کو لگان چکا دیا؟ اور یہاں

کون حاب کتاب دیکھتا ہے؟ آج ہی پیارہ بیخ کر بلا تا ہوں۔“  
ہوری اور گوہر دونوں اکیھے بدنے کے لئے کھیت بیخ رہے تھے۔ لے کے  
اکیھے کی کھیت ہونے کی امید تو تھی نہیں اس لئے کھیت پڑی پڑا ہوا حاب بیل  
آگئے ہیں تو اکیھے بکوں نہ بولی جائے۔

مگر دونوں گویا چھیس کا ہندی عدد (۴۵) بننے ہوتے تھے۔ نہ بولنے  
تھے نہ تکتے تھے۔ ہوری بیلوں کو ہانک رہا تھا اور گوہر پڑے رہا تھا۔ سونا اور روپا  
کھیت میں پانی دوڑا رہی تھیں کہ ان میں جھگڑا ہو گیا۔ جھگڑا یہ تھا کہ جھنگری سنگھ  
کی چھوٹی تھکران پہلے خود ٹھاکر تب ٹھاکر کو کھلانی ہیں یا ٹھاکر کو کھلا کرتے خود  
کھاتی ہیں۔ سونا کہتی تھی کہ پہلے وہ آپ کھاتی ہیں۔ روپا کی رائے اس کے خلاف  
تھی۔

روپا نے جروح کی۔ ”اگر وہ آپ پہلے کھاتی ہیں تو کیوں موٹی نہیں ہیں؟  
ٹھاکر کیوں موٹے ہیں؟ اگر ٹھاکر ان پر ٹھکر دیں تو وہ پس جائیں۔“  
سونا نے اختلاف کیا: ”تو تھجتی ہوئی را چھا کھانے سے لوگ موٹے  
ہو جاتے ہیں۔ اچھا کھانے سے لوگ بلوان ہوتے ہیں، موٹے نہیں ہوتے۔  
موٹے ہوتے ہیں ساگ پات کھانے سے۔“

”تو تھکران ٹھاکر سے بلوان ہیں؟“

”اور کیا؟ ابھی اس دن دونوں میں رذائی ہوئی تو تھکران نے ٹھاکر کو  
ایسا دھیکلا کر کھٹٹے پھوٹ گئے۔“

”تو تو پہلے آپ ٹھاکر تب ججا کو کھلاتے گی؟“

”اوڑ کیا؟“

”اماں تو پہلے دادا کو کھلانی ہیں۔“

"تب ہی توجہ دیکھو تب دادا ڈانٹ دستے ہیں۔ میں بلوان ہر کر لپنے آدمی کو بس میں رکھوں گی۔ تیر آدمی سُخھ پیٹے گا۔ تیری ٹبدی توڑ کر رکھ دے گا۔" رُوپا رونی صورت بنا کر لو لی۔ "کیوں پیٹے گا؟ میں مار کھانے کا کام ہی نہ کروں گی۔"

وہ کچھ دستے گا۔ تو نے تنک بھی کچھ کہا اور وہ مار چلے گا۔ مارتے مارتے تیری کھال ادھیر ڈے گا۔"

روپا نے گرد کر سوناگی ساری کو دانتوں سے پھاڑنے کی کوشش کی اور ایسا نہ کر سکنے پر چکیاں کامنے لگی۔ سونا نے اور جڑھایا۔ وہ تیری ناک بھی کاٹ لے گا۔"

اس پر رُوپا نے بہن کو دانت سے کاٹ لیا۔ سونا کا بازو ہوا ہان ہو گی۔ اس نے رُوپا کو زور سے دھکیل دیا۔ وہ گڑپی اور انٹھ کر رونے لگی۔ سونا بھی دانتوں کے نشان دیکھ کر رُوپی۔

ان دو نوں کا چلانا سُن کر گوہر خستے میں بھرا ہوا آیا اور دو نوں کو دددو گھونے لگا دیئے۔ دو نوں روتنی ہوئی کھیت سے نکل کر گھر پل دیں۔ سُخھانی کا کام رک گیا۔ اس پر باپ بیٹے میں ایک جھر ڈپ ہو گئی۔ جودی نے کہا: پانی کون پلاج کا دوڑ سے دوڑ سے گئے اور دو نوں کو بھگنا آئے۔ اب جا کر منا کیوں نہیں لاتے۔

"تم ہی نے ان سب کو بگاڑ رکھا ہی۔"

"اس طرح مارنے سے اور بھی بے سرم ہو جائیں گی۔"

"دو جو نکھانا بند کر دو، آپ سُخھک ہو جائیں گی۔"

"میں ان کا باپ ہوں، کسانی (فصالی) نہیں ہوں۔"

پیر میں ایک بار ٹھوکر لگ جانے کے بعد کسی بہب سے بار بار ٹھوکر

لگتی ہے اور کچھی کبھی اچھوٹا پک چاتا ہے اور ہمینہن تخلیف دیتے ہے۔ باپ بیٹے اُگی باہمی  
غلوص کو آج اسی طرح کی چوت لگ گئی تھی اور اب اس پر یہ نیسری چوت پڑی۔  
گورنے گھر جا کر کھیت میں پانی دینے کے لئے جھینا کو ساتھ لیا۔ جھینا  
پچے کو لے کر کھیت میں گئی۔ جھینا اور اس کی دونوں لڑکیاں مبھی تاکتی رہیں۔ سار  
کہ بھی گورن کی یہ حرکت بڑی بھی تھی۔ روپا کو مارنا تو بُرا نہ مانتی، مگر جوان لڑکی کو مارنا،  
یہ اس کی برداشت کے باہر تھا۔

آج ہی رات کو گورنے لکھنڈوٹ جانے کا ہفتہ کر لیا۔ یہاں اب  
وہ نہیں رہ سکتا۔ جب گھر میں اس کی کوئی پوچھہ نہیں تو وہ کیوں رہے۔ وہ یہ نہ  
کے معلمے میں بول نہیں سکتا۔ لڑکیوں کو تنک مار دیا تو لوگ ایسے جائے سے  
باہر ہو گئے میں وہ باہر کا آدمی ہے۔ تب وہ اس گھر میں نہ رہے گا۔  
دونوں کھانا کھا کر باہر آئے تھے کہ نوکے رام کے پیادے نے اُگر کہا

”چلو، کارندے صاحب نے بلا یا ہے“  
ہوری نے گھنڈ سے کہا: رات کو کیوں بلا تے ہیں، میں تو رگان  
دے چکا ہوں۔“

پیادہ لولا: مجھے تو نہیں بلا لانے کا حکم ملا ہے اور جو کچھ کہنا ہو وہیں  
چل کر کہنا۔“

ہوری کا جی نہ چاہتا تا مگر مان پڑا۔ گورنے تعلقی سے بیٹھا رہا۔ اُدھنڈوٹ  
میں ہوری لوٹا اور چشم بھر کر پیٹے لگا۔ اب گورنے نہ رہا گیا پوچھا: کس مطلب  
سے بلا یا تھا؟“

ہوری نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا: میں نے پائی پانی رگان چکا دیا  
اور وہ سکھتے ہیں کہ تھا۔ اور دوسال کی باکی (باتی) سے۔ ابھی جس دن بیٹے

او کھنپتی تو بچپن روپتے انھیں دہیں دے دتے اور آج وہ دو سال کی باکی نکلنے  
ہیں۔ میں نے کہہ دیا کہ میں ایک دھیلانہ دوں گا۔“

” گویر نے پوچھا: ” تھارے پاس رسید تو ہو گی؟“

” رسید کہاں دیتے ہیں؟“

” تو تم نبایار رسید لئے روپتے کیوں دیتے ہو؟“

” میں کیا جانتا تھا کہ یہ لوگ بے ایمانی کریں گے۔ یہ سب تھاری کرنی  
کا پھل ہے۔ تم نے رات کو اُن کی ہنسی کی، یہ اسی کا ڈنٹ ہے۔ پانی میں رہ کر  
گر سے پر ہنسی کیا جاتا۔ سود لگا کر ستر روپتے باکی نکال دتے۔ یہ کس کے  
گھر سے آؤں؟“

” گویر نے اپنی صفائی دیتے ہوئے کہا: ” تم نے رسید لے لی ہوتی تو  
میں لاگھداں کی ہنسی اڑاتا پر وہ تھارا بابی بیکارنا کر سکتے تھے۔ میری سمجھ میں نہیں  
آتا کہ میں دین میں تم چوکری سے کیوں کام نہیں لیتے؟ یوں رسید نہیں دیتے  
تو روپتے ڈاک سے بیخو۔ یہی تو ہو گا کہ ایک آدھ روپتے محضوں پڑ جائے  
ہر اس طرح کی دعا ندی تو نہ ہو گی؟“

” تم نے یہ آگ نکالنی ہوتی تو کچھ نہ ہوتا۔ اب تو سب ہی لکھیا بگڑتے  
ہوئے ہیں۔ بیدکھی (بید خلی) کی دھمکی دے رہے ہیں۔ رام جانے کیسے بیڑا  
پار لگے گا؟“

” میں جاکر ان سے پوچھتا ہوں؟“

” تم جاکر اور آگ نکا دو گے؟“

” اگر آگ نکالنی پڑے گی تو آگ بھی نکا دوں گا۔ وہ مبے دھمکی کرتے  
ہیں تو کریں ہیں ان کے ہاتھ میں گنگا جلی رکھ کر عدالت میں کسم دفتم، کھلاوں گا۔“

تم دم دا کر جیئے رہو۔ میں اس کے پیچے بان لڑا دوں گا۔ میں کسی کا ایک پیر  
دبانا نہیں چاہتا، نہ اپنا ایک پیسے کھونا چاہتا ہوں۔”

وہ اسی دلت اٹھا اور نوکھے رام کی چوپال میں جا پہنچا۔ دیکھا تو سب گی  
لیڈروں کی مجلس لگی ہوئی ہے۔ گورہ کو دیکھ کر سب کے سب ہوشیار  
ہو گئے۔ فضایں سازش کی سی بو بھری ہوئی تھی۔

گورنے کردا کر پوچھا: یہ کیا بات ہے کا زندہ صاحب کر آپ  
کو دادا نے حال تک کا لگان چکا دیا اور آپ دوسال کی باکی (باتی) انکال  
لہے ہیں۔ یہ کیا گول مال ہی؟”

نوکھے رام نے مند پر لیٹ کر رعب دکھانے ہوئے کہا: ”جب تک  
ہو رہی ہی، میں تم سے لین دین کی کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔“  
گورہ نے چوت کھائی ہوئی آواز میں کہا: ”تو میں گھر میں کچھ نہیں  
ہوں۔“

”تم اپنے گھر میں سب کچھ ہو گے۔ گریہاں تم کچھ بھی نہیں ہو۔“  
”اچھی بات ہے، آپ بید کھلی جائے، اب میں عدالت میں تم سے  
گھا جلی اٹھا کر روپئے ذوں گا۔ اسی گاؤں سے ایک سو گواہی دلا کر بابت  
کردوں گا کہ تم رید نہیں دیتے۔ یہ می سادھے کسان ہیں، کچھ بدلنے  
نہیں، تو تم نے مجھ پیا کہ سب کاٹھ کے تو ہیں۔ رائے صاحب دہیں بخوبی  
ہیں جہاں میں رہنا ہوں۔ گاؤں کے سب لوگ انھیں خواہ بھئے ہوں گے  
میں نہیں سمجھتا۔ رتنی رتنی حال کہوں گا اور دیکھوں گا کہ تم کیسے مجھ سے دو باو  
روپئے وصول کئے لیتے ہو۔“

اس کی بات میں سچائی کابل تھا۔ بزدل لوگوں میں سچائی بھی گورہ تھی۔

ہو جانی ہے۔ وہی سیمنٹ جو ایسٹ پر چڑھ کر پھر بن جاتا ہے اگر میں پر چڑھنا  
دیا جائے تو مٹی ہو جائے گا۔ گوئر کی بے باکانہ صاف گولی نے وہ بدنیتی  
کی زرہ توڑ دالی ہے پہن کر زکھے رام کا گمزور دل خود کو طاقت در بحجه  
ربا تھا۔

زکھے رام نے جیسے کچھ یاد کرنے کی کوشش کر کے کہا: تم اندازِ  
کوں ہو رہے ہو؟ اس میں گرم ہونے کی کوت بات ہے؟ اگر ہوئی نے  
روپتے ہوئے ہیں تو کہیں نہ کہیں تو لکھ لئے ہوں گے۔ میں کل کا گد (کاغذ)  
نکال کر دیکھوں گا۔ اب مجھے کچھ کچھ یاد آ رہا ہے کہ شاید ہوئی نے رپتے  
ہتھے۔ تم کھاطر (خاطر) جمع رکھو۔ اگر روپتے یہاں آگئے ہیں تو کہیں با  
نہیں سکتے۔ تم تھوڑے سے روپیوں کے لئے جھوٹ تھوڑے ہی بولوگ  
ادرہ میں ہی اتنے روپیوں سے امیر ہو جاؤں گا ॥

گوئر نے چوپال ہے اگر ہوئی کو ایسا نازاکتی چارہ بول رہا ایدید  
ہو گیا۔ تم تو بچوں سے بھی گئے پیتے ہو جبی کی میادوں سن گر روپتے ہو  
میں کہاں کہاں نہیں بچاتا پھر دوں گا۔ میں نہیں ستر دپتے دئے جاتا ہوں  
دانادین لیں تو دے گر پورے کی رسید لکھا لینا۔ اس کے اور پر تھے ایک  
پیسے بھی دیا تو مجھ سے ایک پیسے بھی نہ پاؤ گے۔ میں پر دیں میں اس لئے  
نہیں پڑا ہوں کہم اپنے کو لٹوائے رہو۔ اور میں کام کا کر بھرتا رہوں۔  
میں کل جلا جاؤں گا۔ پرانا کہہ دیتا ہوں کہ اب کسی سے ایک پیا ادھار  
نہ لینا اور نہ کسی کو کچھ دینا۔ منگرو، دلاری، دانادین سب ہی سے ایک  
روپتے سینکڑہ سو دکڑا اانا ہو گا ॥

دمیسا بھی کھانا کھا کر باہر نکل آئی تھی؛ بلی: ابھی کہوں جاتے ہو